لاادری ...... میں نہیں جانتا

تحریر محمد ادریس السلفی

جن آداب کو دوران گفتگو، مباحثہ، فتاوی بلکہ جملہ کلام میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے ان میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ جب مسئول کو جواب کا علم نہ ہو تو بلا جھجک وہ "لاادری" میں نہیں جانتا کہہ دے تاکہ کسی بھی طرح فرمان ربانی "ولا تقولو الماتصف السنتکم الکذب ھذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون" (النحل نمبر۱۱۶) اور جو جھوٹ موٹ تمہاری زبان پر آجائے نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ لوگ اللہ تعالی پر جھوٹ باندھیں۔ اس میں مطلق شک نہیں کہ تحقیق جو لوگ باندھ لیتے ہیں۔ اللہ تعالی پر جھوٹ وہ فلاح نہیں پاتے.... کے مصداق نہ ٹھہر جائیں۔

معلم اخلاق علیہ التحیہ والسلام اس ضمن میں فرماتے ہیں۔

عن برید ۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال القضاۃ ثلاثہ واحد فی الجنة وا ثنان فی النار فاما الذی فی الجنة فرجل عرف الحق فقضی به، ورجل عرف الحق فجار فی حکمه فهو فی النار و رجل قضی للناس علی جهل فهو فی النار رواہ ابو دائود و ابن ماجة

برید ۃ رضی اللہ تعالی عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاضی تین ہیں۔ ایک جنت میں اور دو آگ میں۔ جنت میں وہ جائے گا جس نے حق پہچان کر اس کے مطابق فیصلہ کیا اور وہ شخص جس نے حق کو پہچان لیا پھر فیصلہ میں ظلم کیا وہ آگ میں ہو گا اور وہ شخص جس نے نادانی میں فیصلہ کیا وہ بھی آگ میں ہو گا۔

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ غلطی کرنا اور درستگی تک رسائی کرنا دونوں انسانی فطرت ہیں۔ انبیاء و رسل علیہم السلام کے علاوہ کسی کو معصوم عن الخطاء نہیں کہا جا سکتا۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ فقیہ ہو یا خطیب، عالم ہو یا مضمون نگار اپنے بیان بحث و تمحیص میں لغزش سے مبرا نہیں۔ لیکن عقلمند وہ ہے جو درستی واضح ہونے پر اپنی خطا کا اعتراف کر لے بلکہ اس سے بڑھ کر نشاندہی کرنے والے کا مشکور ہو۔ غلطی کو تسلیم کرنا بڑا دشوار عمل ہے خاص طور پر جبکہ خطا کار وہ شخص ہو جس سے سو لوگوں کے سامنے لیکچر یا وعظ کے دوران ہو۔ ایسے مواقع پر اقرار خطا قوت نفس اور فنکارانہ شجاعت کا محتاج ہوتا ہے لیکن جب انسان اعتراف حقیقت کا عادی ہو جائے تو وہ محسوس کرے گا کہ اقرار خطا بھی کامیابی کی سی لذت نفس کا باعث بنتا ہے اور پھر غلطی کا اعتراف لوگوں کی نگاہ میں حقارت نہیں بلکہ عظمت کا نشان ہوتا ہے جبکہ خطا پر اصرار اور ضد لوگوں کی نگاہ میں ہی نہیں اپنی نگاہ میں بھی انسان کو گھٹیا بنا دیتا ہے۔ ہماری سامنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی امثلہ موجود ہیں جو اپنی رائے کے غیر درست ہونے پر حق و سچ کا برملا اقرار کر لیتے اور اپنی ذاتی رائے کو ترک کر لیتے بلکہ اگر سیرۃ صحابہ کرام کے اس باب کو اکٹھا کر لیا جائے تو یہ بات واضح ہو گی کہ اس گروہ مقدس میں یہ وصف جتنا زیادہ تھا کوئی غیر اس سے موصوف نہ تھا اور نہ ہے۔

خلیفہ اول، ممدوح قرآن اور سفر و حضر میں مصاحب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جدہ کی میراث کے متعلق پوچھا گیا تو آپ سائل کو فرمانے لگے۔ کتاب اللہ میں تیرے لئے کچھ نہیں اور میری معلومات کی حد تک سنت رسول علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں بھی اس کی مثال نہیں۔ ہاں میں لوگوں سے دریافت کروں گا۔ تب آپ نے یہی معاملہ عام لوگوں میں پیش کیا تو مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما دونوں نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ نبی اکرم نے جدہ کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا اور یہ بات مقرر ہوئی کہ جدہ کو چھٹا حصہ ملے گا۔

امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خاوند کی دیت سے اس کی بیوی کو حصہ

دینے کے حق میں نہ تھے لیکن جب ضحاک بن سفیان رضي اللہ عنہ نے خط بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشیم ضبابي کی بیوی کو اس کے خاوند کی دیت سے حصہ دار ٹھہرایا تھا تو امیر المومنین نے فوراً اپنی سابقہ رائے کو ترک کرنے کا اعلان فرمادیا اور کہا اگر ہم یہ بات نہ سنتے تو یقیناً ہمارا فیصلہ اس کے علاوہ ہوتا۔ (ضحاک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بعض بستیوں پر امیر مقرر تھے)

ایسے ہی آپ کو اجازت طلب کرنے میں مسنون طریقہ کا علم نہ تھا حتی کہ ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے بتایا اور بعض انصار نے اس کی گواہی دی۔ یہ اور اس کے علاوہ کئی ایک مقامات ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کو مسئلہ کا کامل علم نہ تھا۔ جبکہ جو علم و مرتبہ میں ان کے برابر ہرگز نہ تھے وہ اس سے واقف نکلے اور آپ نے صحت کو تسلیم کرنے میں دقیقہ بھر بھی تاخیر نہ کی۔ یہ امت کے وہ اشخاص ہیں جن کے بارے میں احادیث میں صراحت سے وارد ہے کہ ہادی عالم رہبر کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں، آس پاس، سفر و حضر میں ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ امیر المومنین فاروق اعظم خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ لا یزید رجل علی صداق ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم و بناتہ الا رددتہ فقالت امراۃ یا امیرالمومنین لم تحرمنا شیئا اعطانا اللہ ایاہ؟ ثم قرات "و اتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا (النساء نمبر ۲۰) فرجع عمر الی قولھا و قد کان حافظا للآیۃ و لکن نسیھا مسند لابی یعلی"

آپ نے فرمایا جو شخص ازواج رسول یا بنات رسول مقبول رضی اللہ عنھن اجمعین کے حق مہر سے زیادہ مہر مقرر کرے گا میں اسے واپس کر دوں گا تو ایک عورت کہنے لگی اے امیر المومنین آپ ہمیں اس سے کیوں محروم رکھ رہے ہیں۔ جو اللہ پاک نے ہمیں عطا کر رکھا ہے پھر بطور دلیل یہ آیت مبارکہ تلاوت کی۔ ترجمہ= اور تم دے چکے ہو ان (بیویوں) میں سے کسی ایک کو خزانہ تو بھی اس سے کچھ نہ لو۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے رجوع کر لیا۔ آپ باوجودیکہ حافظ تھے

یہ آیت ذہن میں نہ رہی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاص وصف تھا کہ استشہاد قرآن کے وقت بالکل سرمو بھی نہ آگے ہونے کی سوچتے اگرچہ مسئلہ سے استشہاد کی ادنی سی ہی مناسبت کیوں نہ ہو۔

یہ آیت مبارکہ مہر کے کم و بیش کرنے سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق تو وہ عورت ہے جسے مرد خلع کے ذریعہ علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔ اس واقعہ میں دو چیزیں مذکور ہیں۔ (۱) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج و بنات سے حق مہر نہ بڑھانا۔ (۲) عورت کا اعتراض کرنا اور آیت مبارکہ سے استشہاد لانا۔

حق مہر کی زیادتی سے آپ کا روکنا یہ بات مسند امام احمد بن حنبل میں بطریق ابوالعجفاء السلمی اور بروایت امام ترمذی صحیح سند سے موجود ہے اور حق مہر کا مہنگا اور زیادہ ہونا بلا اختلاف ناپسند چیز ہے۔

لیکن عورت کا اعتراض اور آیت مبارکہ سے استشہاد جسے امام ابو یعلی نے مسند میں ذکر کیا ہے تو اس کی سند میں مجالد سعید ضعیف راوی موجود ہے جس کے متعلق حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں۔ لیس بالقوی، و قد تغیر فی اخر عمره جبکہ اس قصہ کی اور بھی اسانید ہیں لیکن کوئی انقطاع سے مبرا نہیں۔

خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ یہ نہ جانتے تھے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ اس گھر میں عدت گزارے گی جہاں اطلاع مل چکی ہے۔ حتی کہ آپ کو فریعہ بنت مالک حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی بہن نے بتایا کہ میرے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا تھا اور نبی اکرم نے اسے فرمایا تھا۔ امکثی فی بیتک حتی یبلغ الکتاب اجلہ"

لہذا خلیفہ وقت نے اپنی رائے سے رجوع فرما کر اس حدیث کو اپنا لیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق نافع بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے ان سے مسئلہ دریافت کیا آپ نے سر جھکا لیا اور جواب نہ دیا۔ لوگوں نے خیال کیا کہ شاید آپ نے سوال نہیں سنا۔ سائل نے دوبارہ عرض کی اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے شاید آپ نے میرا

سوال نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا ضرور سن لیا ہے۔

تمہارا خیال ہے کہ تمہارے سوالات کے متعلق اللہ تعالیٰ ہمیں نہیں پوچھے گا۔ اللہ تجھ پر رحم فرمائے اس بارے میں ہمیں تبادلہ خیال کر لینے دو۔ اگر اس کا جواب ہمیں معلوم ہو گیا تو صحیح ورنہ ہم تجھے صاف صاف کہہ دیں گے کہ ہمیں اس کا علم نہیں۔ حیاۃ الصحابہ ۳/۲۲۷۔ بحوالہ نحو دعوہ اسلامیہ رشیدہ للمناوی ص ۲۲۰

عقبہ بن مسلم کہتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ چونتیس ماہ رہا ہوں اکثر دفعہ جب بھی ان سے سوال ہوا تو آپ کہہ دیتے "لاادری" پھر میری طرف دیکھ کر فرماتے ان لوگوں کا منشاء و مراد جانتے ہو کیا ہے۔ یہ ہمیں جہنم کی طرف لے جانے والا پل بنانا چاہتے ہیں۔ (گذشتہ حوالہ)

عبدالرحمن بن ابی لیلی بیان کرتے ہیں ادرکت فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مائۃ و عشرین من الصحابہ ما منہم احد یسال عن حدیث او فتیا الا و دان اخاہ کفاہ ذلک و فی لفظ آخر: کانت المسالۃ تعرض علی احدہم فیردھا الی الاخرو یردھا الاخر حتی یرجع الی الذی سال عنھا اول مرۃ (اتحاف السادۃ المتقین ۱/۲۷۹) میں نے مسجد نبوی علی صاحبہا التحیہ و السلام میں ایک سو بیس صحابہ کرام کو پایا ہے کہ ان میں سے جب بھی کسی سے فتوی یا سوال پوچھا گیا تو اس کی یہی خواہش ہوتی تھی کہ دوسرا شخص ہی اس کا جواب دے۔ دوسری جگہ اس طرح ہے کہ مسئلہ ان میں سے کسی ایک پر پیش ہوتا تو وہ دوسرے کی طرف اسے لوٹا دیتا۔ حتی کہ وہ اسی پر لوٹ آتا۔ جس سے سب سے پہلے سوال کیا گیا تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس عظیم جرات مندی اور صفت عالیہ کو کہاں سے حاصل کئے ہوئے ہیں۔ یہ خلق عظیم کے معلم بے بدل کی صفات عالیہ سے ایک تھی جس کو جانثار شاگردوں نے اثنائے تعلم اخذ کیا۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر کوئی ایسا جواب دریافت کیا جاتا جس کے بارے

میں ہنوز حکم ربانی پہنچ نہ چکا ہوتا تو آپ انہیں ہرگز جواب سے مستفید نہ فرماتے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات وحی الٰہی کے انتظار میں سکوت فرماتے اور پھر سائل سے آئندہ کا وعدہ کر لیتے اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ کبھی کبھی جواب دینے کے بعد خود سائل کو بلا کر اس میں وحی کی آمد پر ترمیم فرما دیتے تھے۔

یہود کی یہ عادت تھی کہ حائضہ کا رہن سہن، کھانا پینا الگ کر دیتے۔ صحابہ نے آپ سے اس ضمن میں سوال کیا تو آپ نے وحی کے نزول تک جواب سے احتراز فرمایا تاآنکہ جبریل امین یہ آیت مبارکہ لے کر حاضر ہو گئے۔ ویسالونک عن المحیض (بقرہ نمبر ۲۲۲)

یہ عادت انسان میں حق کے سامنے سر خم کرنا اور لغزش کو تسلیم کرنا سکھاتی ہے۔ جبکہ مسلمان کا تو شیوہ ہی یہ ہے کہ وہ حق کا متلاشی اور خطاء سے اجتناب برتنے والا ہے۔ ہاں البتہ یہود کی عادت تھی کہ وہ حق و باطل کو غلط ملط کرنے اصلی حقائق لوگوں سے در پردہ رکھنے کے عادی تھے اور اس طرح اپنی من پسند گمراہی کے گڑے میں لے جانے میں کامیاب ہو جاتے اس خصلت بد سے انہیں مالک کائنات نے یوں منع فرمایا۔

ولا تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون۔ (بقرہ نمبر ۴۲) ترجمہ: اور تم نہ ملاؤ حق کو باطل کے ساتھ اور تم چھپاتے ہو حق حالانکہ تم جانتے ہو۔

سلف صالحین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے بعد ائمہ دین کا یہی شعار رہا ہے اور وہ اس ادب نبوی میں نے اپنے پیش رو کے نقش پا پر تھے۔ امام مالک امام دارالہجرۃ علیہ الرحمتہ فرمایا کرتے تھے میں اپنے شہر کے اہل علم کو اس حالت میں پایا ہے کہ جب ان میں سے کسی سے مسئلہ دریافت کیا جاتا تو اسے جواب دینا موت نظر آتا تھا۔ جبکہ اب لوگ انہیں مسائل میں لب کشائی کا بہت شوق رکھتے ہیں لیکن اگر انہیں حقیقت حال اور انجام کار کا علم ہو جائے تو اس ضمن میں ضرور احتیاط سے کام لیں۔ (حیاۃ امام مالک۔ عبدالغنی الدقر ص ۲۴۱)

امام مالک کا اپنا یہ حال تھا کہ جب بھی ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ سر جھکا لیتے، ہونٹ متحرک ہو جاتے پھر فرماتے لا حول و لا قوۃ الا باللہ

عبدالرحمٰن بن مہدی رحمتہ اللہ علیہ بتاتے ہیں ہم امام مالک کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آیا اس نے کہا اے ابو عبداللہ میں چھ ماہ کی مسافت سے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں مجھے میرے اہل شہر نے آپ سے مسئلہ کی دریافت کے لئے بھیجا ہے آپ نے فرمایا۔ پوچھو لیکن جواب کی بجائے فرمانے لگے مجھے اس کا اچھی طرح علم نہیں۔ سائل نے کہا میں واپس جا کر اپنے اہل شہر کو کیا جواب دوں گا۔ آپ نے فرمایا انہیں کہہ دو مالک کہتا ہے کہ مجھے اس کا اچھی طرح علم نہیں۔

وھبی سلیمان مناقب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ میں رقمطراز ہیں کہ امام صاحب نے اپنے بیٹے حماد اور دیگر شاگردوں کو علم کلام میں مناظرہ کرتے دیکھا تو انہیں منع فرما دیا۔ انہوں نے عرض کی۔ آپ خود تو یہی کام کرتے ہیں اور ہمیں منع فرماتے ہیں۔ فرمایا جب ہم مناظرہ کرتے ہیں تو ہماری حالت یوں ہوتی ہے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اس ڈر سے کہ ہمارا مخاطب بھٹک نہ جائے۔ جبکہ تم مناظرہ کرتے ہو اور ارادہ یہ ہوتا ہے کہ تمہارا مخالف لغزش کھا جائے۔

ائمہ کرام بسا اوقات ایک ثابت شدہ امر پر وہ لفظ بالصراحت استعمال نہ کرتے جو وارد نہیں ہوا۔ اگرچہ مسئلہ کی وضاحت کرتے اور فتویٰ بھی جاری فرماتے۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمتہ سے سوال ہوا واذا استنفرتم فانفروا" متی یجب النفیر فقال اما ایجابہ فلا ادری ولکن اذا خافوا علی انفسہم فعلیہم ان یخرجوا

اب بلاشبہ تغیر کے بارے میں نص صریح ہے اور تعین وقت ہے لیکن لفظ "وجوب" کا استعمال نہیں ہوا۔ چنانچہ امام صاحب کا جواب مقصد واضح کر رہا تھا لیکن لفظ وجوب کے ساتھ نہیں کہ لفظ واجب جس جگہ استعمال ہی نہیں احتیاط کا تقاضا ہے کہ وہاں

لفظ ایجاب نہ بولیں۔

ابن وھب' امام مالک بن انس سے بیان کرتے ہیں کہ "ادرکت علماء نا یقول احدھم اذا سئل اکرہ ھذا ولا احبہ ولا یقول حلال و حرام" قاسم بن محمد سے پوچھا گیا "الغناء احرام ہو" آپ خاموش رہے سائل نے پھر سوال دھرایا جب تیسری مرتبہ پھر کہا تو فرمانے لگے ان الحرام ما حرم اللہ فی القران ارایت اذا اوتی بالحق والباطل الی اللہ فایھما یکون الغناء فقال الرجل فی الباطل قال فافت نفسک (جامع العلوم والحکم ص ۲۴۶)

سلف صالحین سے اس ضمن میں اتنی احتیاط اور تورع منقول ہے کہ لاتعد ولا تحصی۔ لہٰذا یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کسی مسئلہ کے بارے میں عدم علم جس طرح قباحت نہیں ایسے ہی مسئلہ کا کماحقہ علم نہ ہونے پر "لاادری" سے جواب بھی معیوب نہیں اور نہ ہی اس میں بے عزتی اور پستی ہے۔ بلکہ جو شخص رضائے الٰہی کی غرض سے تواضع کرتا ہے تورع اور اجتناب سے کام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند فرما دیتے ہیں۔

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مانقصت صدقۃ من مال ولا زاد اللہ عبدا بعفو الاعزا ولا تواضع احد للہ الا رفعہ اللہ (روضۃ العقلاء لابی حاتم البستی ص ۴۵)

یعنی صدقے سے مال کم نہیں ہوتا اور درگزر کرنے پر اللہ تعالیٰ عزت بلند فرما دیتے ہیں اور جو بھی اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا فرماتے ہیں۔

بقیہ اداریہ

آپ کی وفات سے اہلیان پاکستان ایک عظیم مدبر' مفکر اور دانشور سے محروم ہو گئے ہیں۔ آپ کی علمی طبی' دینی' ملی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور لواحقین خاص کر زاہد اشرف' طارق اشرف کو صبر جمیل سے نوازے اور انہیں بہترین خلف بننے کی توفیق دے۔ آمین